بیع کے اسلامی اصول وضوابط

عتیق الرحمٰن

اسلام تاریخ انسانی کا ایک انقلاب آفرین واقعہ ہے، یہ انقلاب ہمہ گیر و ہمہ پہلو ہے۔اس نے حیات انسانی کے ہر شعبے میں اصلاح وتطہیر کا پر گرام دیا۔انفرادی سیرت کی پختگی، اجتماعی زندگی کے استحکام، سیاسی اداروں کا استقلال اور معاشی جدوجہد کی پاکیزگی کے اصول وضوابط اسلامی تعلیمات میں دیکھے جاسکتے ہیں۔اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں یہ واضح ہوتا ہے کہ حیات انسانی ایک کل ہے جسے ٹکڑوں میں تقسیم کر کے الگ الگ زیرِ بحث نہیں لایا جاسکتا۔دورِ حاضر کے معاشی نظاموں اور فلسفوں کی یہی خرابی ہے کہ انہیں زندگی کی بنیادی قدروں سے علیحدہ کر کے بیان کیا جاتا ہے۔اسلام نے معاشی زندگی کے بارے میں جو اصول وقواعد عطا کیے ہیں وہ ایک مکمل نظام تجارت کی تشکیل وتنفیذ کے لیے بہترین اساس فراہم کرتے ہیں۔

بیع اور عقیدہ واخلاق

اسلام انسانیت کی روح پر اعتماد کرتے ہوئے اسے معاملات میں مکارم اخلاق کو معیار قرار دینے، عدل واحسان اختیار کرنے اور صرف قوانین کو سب کچھ نہ سمجھنے اور اخلاقی اصولوں کو قانون کا اولین مرجع قرار دینے کی دعوت دیتا ہے۔کیونکہ انسان کو دیگر انواع حیات سے ممیّز کرنے والی بنیادی چیز اس کی اخلاقی حس ہی ہے۔حیوانات اچھائی برائی اور نیک وبد کے شعور سے بے بہرہ ہیں جبکہ انسان اس صفت سے فطری طور پر متصف ہے۔قرآن پاک میں ہے:

﴿فالهمها فجورها و تقوٰها﴾(۱)

گویا اخلاق فطرت انسانی کا وہ جوہر ہے جس کی تخلیق خود خالق کائنات نے کی ہے جو صانع حکیم ہے۔ انسان کے احسن تقویم میں پیدا ہونے کا ایک پہلو اس جوہر اخلاق کا اس کی شخصیت میں موجود ہونا ہے۔

انسان ارض وسما کی قوتوں کو مسخر کرنے کی صلاحیتوں سے آراستہ ہے لیکن جو چیز اس کی تسخیرات کو صحیح معنوں میں اس کی ذات اور پوری نوع انسانی کے لیے خیر اور نافع بنا سکتی ہے وہ نور اخلاق ہی ہے۔ یہ نور ایک فرد کی شخصیت میں نمودار ہو کر اس میں صبر، حوصلہ، نرمی، تحمل، ضبط نفس کے ساتھ ساتھ فیاضی، رحمدلی، انصاف، وسعت قلب ونظر، صداقت، راستبازی، امانت، دیانت، ایفائے عہد، اعتدال وشائستگی اور دوسروں کے لیے ہمدردی وایثار کے جذبات پیدا کرتا ہے۔ ان اخلاقِ عالیہ سے متصف فرد ہی یقیناً پرسکون، پرامن اور خوشگوار معاشرتی زندگی کی ضمانت بن سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام ان ہی اخلاق عالیہ کی بنیاد پر اپنے نظام تجارت کی عمارت کو تعمیر کرتا ہے تاکہ انسانوں کے اجتماعی مفاد کی ضمانت دی جا سکے۔ گویا اس نظام میں اسلام نے انسانی فکر کو توحید، رسالت اور آخرت کے عقائد کے لنگر سے مستحکم کیا ہے اور اس کے عمل کو عدل، احسان، اخوت، مساوات، تقویٰ اور تعاون وغیرہ کی اخلاقی اقدار کا پابند بنا کر تجارتی اور معاشی میدان میں اتارا ہے۔ یہ اخلاقی اقدار دائمی اور آفاقی ہیں ان کا منبع وماخذ اللہ کی کتاب، قرآن حکیم اور سنتِ رسول ﷺ ہے۔ الغرض اسلام قوت کے استعمال سے قبل وجدان پر زور دیتا ہے ہاں اگر وجدان میں کوئی خرابی پیدا ہو جائے تو وہ نفوس کی اصلاح کے سلسلے میں احکام ظاہری کی حفاظت کے لیے حکومت کی مشینری سے بھی کام لیتا ہے۔

قرآن پاک میں متعدد مقامات پر معاش کو ''فضل اللہ'' کہا گیا ہے اور اس سے یہ بات ذہن میں ڈالی گئی ہے کہ یہ سب خدا کی عنایت سے ہے۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ معاشی زندگی کو بھی انسان اس طرح خدا کی حدود کا پابند بنائے جس طرح باقی تمام زندگی کو اور ان مقاصد کی تحصیل کے لیے استعمال کرے جو انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لیے اسلام نے مقرر کیے ہیں۔ مسلمان اپنی معاشی زندگی میں بھی حدود اللہ کا پابند اور اخلاقی ضوابط کا احترام کرنے والا ہوتا ہے جو اللہ اور اس کے

رسول اللہ ﷺ نے عائد کیے ہیں اس لیے مسلمانوں کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ

﴿ رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله ﴾(۲)

اور جب اسلام نے یہ سکھا دیا کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں بلکہ تمام انسان محترم ہیں تو پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک بھائی کم تول کر اور زیادہ قیمت وصول کر کے اپنے بھائی کو نقصان پہنچائے اور دوسرا کم قیمت یا ناقص مال دے کر کھرے مال کی قیمت وصول کرے اور یوں اپنے بھائی کا معاشی استحصال کرے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی جامع تعلیمات میں اس عقیدہ کی بنیاد ان الفاظ میں فراہم کر دی۔

''لا يؤمن احدكم حتى يحب لاخيه ما يحب لنفسه''(۳)

کیونکہ اسلام چاہتا ہے کہ تجارت پیشہ افراد اخلاق حسنہ سے متصف ہوں، وہ اخلاق حسنہ میں صدق و امانت، دیانت، معاملات کی صفائی اور اگر معاملہ طے کرنے میں کبھی تکرار تک نوبت پہنچ جائے تو نرم گفتگو اور عزت نفس کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ نبی کریم ﷺ نے ان اوصاف سے متصف تجار کے لیے دعا فرمائی

''رحم الله رجلا سمحا اذا باع و اذا اشترى و اذا اقتضى'' (۴)

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

''الا اخبركم بمن يحرم على النار و تحرم عليه النار كل قريب هين سهل اذا باع، سهل اذا اشترى سهل اذا اقتضى'' (۵)

''کیا تمہیں اس شخص کے بارے میں نہ بتاؤں جو آگ پر حرام اور آگ اس پر حرام کر دی گئی ہے، ہر ایک نرم پہلوؤں والا، جو جب بیچے، جب خریدے اور جب مطالبہ کرے تو آسانی کا معاملہ کرے''

اسلام نے نہ صرف تجار کو اخلاق حسنہ کی ترغیب دی ہے اور اس کے فضائل بیان کیے ہیں بلکہ تجارت کا تعلق اس عقیدے سے جوڑ دیا ہے کہ نفع و نقصان اور رزق کی رسائی میں حتمی فیصلہ اللہ کے پاس ہے اور یہ ہی وہ عقیدہ ہے جو ایک مسلمان تاجر کو اخلاق حسنہ اپنانے میں ایک محرک کا کام دے سکتا

ہے۔قرآن کہتا ہے:

﴿ واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب ﴾(۶)

''اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے''

﴿ ویکان اللہ یبسط الرزق لمن یشاء من عبادہ و یقدر ﴾(۷)

''افسوس کہ ہم بھول گئے تھے کہ اللہ کے بندوں میں سے جس کا رزق چاہتا ہے کشادہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تلا دیتا ہے''

یہ ہی وہ عقیدہ ہے جو بائع اور مشتری کو اسلامی اصول تجارت اپنانے کے لیے تحریک دے سکتا ہے اور انہیں اخلاق کریمہ کے دائرہ میں رہتے ہوئے معاملات کرنے پر آمادہ کر سکتا ہے اور قرآن حکیم نے ایک جگہ نبی کریم ﷺ کو معاشی حوالے سے یوں تلقین کی۔

''ولا تمدن عینیک الی ما متعنابہ ازواجا منھم زھرۃ الحیوۃ الدنیا لنفتنھم فیہ ورزق ربک خیرا وابقی''(۸)

''اور نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھو دنیوی زندگی کی اس شان و شوکت کو جو ہم نے ان میں سے مختلف لوگوں کو دے رکھی ہے وہ تو ہم نے انہیں آزمائش میں ڈالنے کے لیے دی ہے اور تیرے رب کا دیا ہوا رزق حلال ہی بہتر ہے اور پائندہ تر ہے''

گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلام نے اپنے نظام تجارت میں اخلاقی اقدار کو اساس و بنیاد بنایا ہے۔مزید برآں ان اخلاقی اقدار کو مستحکم اور غیر متزلزل بنانے کے لیے انہیں خالص رضائے الٰہی کے حصول، منشائے الٰہی پر اعتماد اور آخرت کی جوابدہی کے مضبوط لنگروں سے جوڑ دیا ہے۔

ناپ تول میں کمی کی ممانعت

تجارت کے بابرکت اور باوقار پیشہ کو ناپاک اور بے وقار بنانے کی ایک مکروہ سازش اور انسانیت سوز چال، ناپ تول میں کمی ہے، اس مکر وحیلہ کے ذریعے تاجر کم مال دے کر زیادہ کے دام وصول کرنا چاہتا ہے اور اپنے گاہکوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر ان کے خون پسینے سے کمائے

ہوئے دام بٹور لیتا ہے۔ اسلام کے قانون تجارت نے اس قبیح حرکت کو بہت بڑا جرم بتایا ہے اور اس پر دنیا و آخرت کی خرابی و رسوائی کی وعید سنائی ہے۔ قرآن حکیم نے اس حرکت پر تنبیہہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ ویل للمطففین الذین اذاا کتالوا علی الناس یستوفون واذا کالوهم أو وزنوهم یخسرون ﴾ (۹)

ناپ تول میں کمی ایک ایسی لعنت ہے جس میں بعض سابقہ امم کے بددیانت تجار بھی مبتلا تھے اور جس قوم کے نبی علیہ السلام نے یہ ناپاک حرکت اپنی قوم میں پائی اس نے ہمیشہ اس کی مذمت کی اور اس سے باز رہنے کی تلقین فرمائی۔ خصوصاً حضرت شعیب علیہ السلام جن کا وظیفہ ہی اللہ کریم نے یہ بتایا کہ انہیں صرف اس منحوس حرکت سے لوگوں کو باز رکھنے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ جیسا کہ قرآن کہتا ہے:

﴿ والی مدین اخاهم شعیبا قال یقوم اعبدوا الله مالکم من اله غیره قد جاء تکم بینة من ربکم فاو فوا الکیل والمیزان ولا تبخسوا الناس اشیاء هم ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحها ﴾ (۱۰)

''اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب علیہ السلام کو بھیجا۔ انہوں نے کہا اے قوم اللہ کریم کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح نشانی آ چکی ہے لہٰذا ناپ اور تول پورا پورا کیا کرو اور لوگوں کو ان کی خرید کردہ اشیاء کم کر کے نہ دیا کرو اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد اپنے اس ناپاک عمل سے فساد بپا نہ کرو''

نبی کریم ﷺ نے تجار کو ناپ تول میں کمی کے عذاب اور انجام سے ڈراتے ہوئے فرمایا:

''قال رسول الله ﷺ لا صحاب الکیل والمیزان انکم قدو لیتم امرین هلکت فیهما الامم السابقة قبلکم'' (۱۱)

''نبی کریم ﷺ نے ناپ تول والوں کو فرمایا بلاشبہ تمہیں ایسے دو کاموں کی نگرانی سونپی گئی ہے جن میں کوتاہی کی وجہ سے کئی اقوام تم سے پہلے ہلاک ہو گئیں، وہ دو کام ہیں، ناپ تول''

اسلام کا قانون تجارت ناپ تول میں عدل اور قسط سے آگے بڑھ کر احسان کا درس دیتا ہے

نبی کریم ﷺ ایک دن بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک شخص کو دیکھتے ہیں جو پیشہ ور تولا وا تھا آپ نے اسے تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:

''زن وارجح''(۱۲)

حقیقت یہ ہے کہ نہ صرف ناپ تول پورا کرنے سے معاشرے میں باہمی تعلقات میں بہتری آتی ہے اور خیر سگالی کے جذبات جنم لیتے ہیں۔ ناپ تول میں کمی سے کشیدگی کی فضا وجود میں آتی ہے اور انسانوں کے باہمی تعلقات کو نقصان پہنچتا ہے بلکہ یہ عادت جس قوم کے ہاں رواج پا جائے اس کے اخروی نقصان کے ساتھ ساتھ دنیا میں اسے قحط کے عذاب میں مبتلا کر دیا جاتا ہے اور ان کے رزق میں اس قدر تنگی آتی ہے کہ روز بروز ان کے معاشی مسائل میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔
نبی کریم ﷺ نے اس صورت حال کا ذکر اپنی ایک حدیث مبارکہ میں فرمایا ہے:

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے اللہ تعالیٰ ان کا رزق قطع کر دیتے ہیں''(۱۳)

حلال وحرام کا امتیاز

اسلامی نظام تجارت میں حلال وحرام کا امتیاز ایک زریں اصول ہے۔ اسلام نے اپنے متبعین کو حلال وحرام کے امتیاز کا شعور عطا کیا ہے۔ قرآنی آیات اور احادیث نبوی سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمان اپنی معاشی جدوجہد میں حلال وحرام کی تمیز کیے بغیر نہیں چل سکتا۔ یہی ایک بنیادی فرق ہے جو ایک مسلم اور غیر مسلم کی تجارتی سرگرمیوں کو الگ کرتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ یا یھاالذین آمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارة عن تراض منکم ولا تقتلوا انفسکم ان الله کان بکم رحیما ﴾(۱۴)

''اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ باہمی رضامندی سے تجارت کا معاملہ ہو اور نہ قتل کرو اپنی جانوں کو بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ رحم کا برتاؤ کرنے والا ہے''

﴿ ولا تاكلوا اموالكم بينكم بالباطل وتدلوا بها الى الحكام لتاكلوا فريقا من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون ﴾ (۱۵)

''اور آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ اور نہ ان کو حکام کے سامنے پیش کرو تا کہ کھا جاؤ جانتے بوجھتے لوگوں کے مال گناہ کے ساتھ''

حکام کے سامنے پیش کرنے سے مراد دوسرے کے مال کی ملکیت کا جھوٹا دعویٰ لے کر حاکموں کے پاس جانا بھی ہے اور حکام کو رشوت دے کر دوسرے کی ملکیت پر غاصبانہ قبضہ بھی۔ (۱۶)

جس طرح قرآن حکیم نے کسب حرام کے ذرائع واضح کر دیئے اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے مال حرام کی وہ تمام تفاصیل بیان فرما دیں جو مسلمانوں کی تجارتی جدوجہد کو ناپاک کر دیتی ہیں۔ مثلاً ایسا کاروبار ممنوع قرار دیا جو احکام اسلامی کے مطابق نہیں۔ مثلاً شراب، خنزیر اور بت وغیرہ۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں:

''انه سمع رسول الله يقول عام الفتح و هو بمكة ان الله و رسوله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والاصنام'' (۱۷)

اسلامی نظام تجارت یہ شرط عائد کرتا ہے کہ آمدنی جائز ذرائع سے حاصل کی جائے۔ ہر نفع کو جو حرام ذرائع سے حاصل ہو وہ دوزخ کی آگ ہے۔ قرآن و حدیث میں رزق حلال کی جتنی اہمیت بیان کی گئی ہے وہ اس امر کو ثابت کرتی ہے کہ اسلام کے معاشی نظام میں صرف جائز اور حلال رزق کے فروغ کی کوشش ہوگی اور ان تمام ذرائع کا کلی انسداد کیا جائے گا جو حرام ہیں اور جن کو شریعت ناروا اور ناجائز قرار دیتی ہے۔ قرآن حکیم کہتا ہے:

﴿ یا یھا الناس کلوا مما فی الارض حللاً طیباً ﴾ (۱۸)

''اے لوگو! جو چیزیں زمین میں موجود ہیں ان میں سے حلال اور پاک چیزیں کھاؤ''

رسول اللہ ﷺ نے رزق حلال کی برکات اور اس کی ضرورت و اہمیت کو جس طرح بیان فرمایا وہ معاشی جدوجہد کی پاکیزگی میں اساسی حیثیت رکھتی ہیں۔ حضور ﷺ جس طرح کے افراد تیار کرنا چاہتے

تھے وہ اخلاقی مزاج اور احساس کے حامل ہوں اور جو معاشرہ تشکیل دینا چاہتے تھے وہ اللہ کے لیے اخلاق اور مخلوق کے لیے جذبہ خدمت پر مستحکم ہو۔ ان مقاصد کا حصول رزق حلال کے بغیر ممکن نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کتب حدیث میں رزق حلال کی اہمیت وفضیلت میں آپ کے کئی ارشادات موجود ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے حلال مال کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ بہترین عمل حلال روزی کمانا ہے اور اس کے برعکس حرام مال جو حرام طریق سے کمایا جائے اس کے خبائث بیان کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جسے حضرت عبداللہ بن مسعود نے روایت کیا ہے:

''عن عبدالله بن مسعود عن رسول الله ﷺ قال لا يكسب عبدا مالا فيصدق منه فيتقبل منه ولا ينفق منه تبارك له فيه ولا يترك خلف ظهره الا كان زاده الى النار ان الله لا يمحوا لسيئى بالسئى ولكن يمحوا لسئى بالحسن ان الخبيث لا يمحوا الخبيث''(۱۹)

''عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو بندہ حرام مال کمائے اور صدقہ کرے وہ اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ اسی طرح وہ خرچ کرے تو اس میں برکت نہیں ہوگی اور جو کچھ حرام مال مرنے کے بعد چھوڑ جائے وہ اس کے لیے دوزخ کا توشہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ برائی سے برائی کو دور نہیں کرتا بلکہ برائی کو بھلائی سے دور کرتا ہے، ناپاک مال ناپاکی کو دور نہیں کرتا''۔

حلال وحرام کا امتیاز تجارتی معاہدہ کا ایک اہم اصول ہے کہ وہ حلال مال تجارت کے لیے ہو حرام اشیاء کے لیے نہ ہو اس میں کسی طرح بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا عنصر شامل نہ ہو۔ نہ ہی وہ کاروبار اللہ تعالیٰ کی معصیت پر مبنی ہو مثلاً شراب ومسکرات کا کاروبار اور نہ ہی کوئی ایسا ذریعہ ہو جو شرعاً ممنوع ہو مثلاً سٹہ بازی، جوا اور سود وغیرہ۔ قرآن وسنت میں حلال وحرام اور پاک وناپاک کے متعلق تفصیل ہدایات آئی ہیں اور تقریباً ان تمام امور کا احصاء کیا گیا ہے جو کسی نہ کسی طرح انسان کی اس معاشی جدوجہد کا نتیجہ بنتے ہیں۔ اسلام نے اسلامی معاشرے کی اس معاشی جدوجہد کو وہ حدود وقیود عطا کیں

جن سے پوری سرگرمی پاکیزہ اور طیب رہتی ہے۔ کیونکہ اسی سے عبادت موثر ہوتی ہے اور اسی سے انسان کا اخلاقی اور روحانی مزاج مستحکم ہوتا ہے۔ خالص معاشی نقطہ نظر سے یہ وہ چیز ہے جو معاشی جدوجہد کو محض افادی سطح سے کر کے اصلاحی اور فلاحی سطح پر لے آتی ہے اور اس طرح ایک کی معاشی جدوجہد دوسرے کے لیے اخلاقی ،نظریاتی اور معاشی نقصان کا سبب نہیں بنتی ،اسلام نے جن چیزوں کو حرام کیا ہے اگر ان کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایسی چیزیں ہیں جو یا تو فرد یا معاشرے کی جسمانی اور اخلاقی زندگی کو مجروح کرتی ہیں اور یا انسانوں کے درمیان حقیقی مساوات، تعاون ،عدل وانصاف اور قسط وتوازن کا قیام مشکل کر دیتی ہیں۔

باہمی تعاون اور نرمی

اسلامی قانون تجارت میں تجارتی معاہدہ کی بنیاد ہی فریقین کے باہمی تعاون پر رکھی گئی ہے۔ یہاں تاجر کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ وہ تجارتی کاروبار کر کے گو اپنی معاشی فلاح بھی حاصل کر رہا ہے مگر اس کا اصل مقصد یہی ہونا چاہیے کہ وہ کاروبار تجارت اپنے عام بھائیوں کی ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لیے کر رہا ہے۔ لہٰذا یہاں بھی فریقین میں مکمل تعاون کو تجارتی معاہدہ کی شرط قرار دیا گیا ہے۔ اس تعاون کی روح یہ ہے کہ فریقین میں سے کوئی ایک بھی دوسرے کے نقصان یا ذاتی نفع کو سامنے رکھ کر معاہدہ تجارت نہ کرے ،قرآن حکیم نے نہایت بلیغانہ انداز میں اس ضابطہ کی طرف اشارہ کیا ہے:

﴿ تعاونوا علی البر والتقویٰ ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان ﴾(۲۰)

''یعنی بھلائی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کیا کرو مگر گناہ و زیادتی کے کاموں میں بالکل تعاون نہ کیا کرو''

تجارت بھی چونکہ بھلائی اور خیر خواہی کا کاروبار ہے لہٰذا اس میں تعاون کرنا اور تعاون کا صحیح صورت میں پایا جانا ثواب بھی ہے اور شرط بھی ہے۔

اسلام کے تجارتی اصولوں میں سے یہ ایک اہم اصول ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ مسلمانوں کے آپس کے معاملات باہمی تعاون اور تراحم سے سرانجام پائیں اس اصول کی بنیاد اسلامی نظریہ اخوت

پر ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''المؤمن اخو المؤمن''(۲۱)

جس طرح ایک حقیقی بھائی اپنے بھائی سے ایثار و قربانی کی بنیاد پر معاملہ کرتا ہے اور اس کی فلاح کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کے مفادات کا محافظ رہتا ہے اسی طرح تمام مسلمانوں کے باہمی تعلق بھی ہمدردی، محبت اور احسان پر مشتمل ہونے چاہیئیں۔ اسلام کا نظام تجارت فریقین کے مابین کسی بھی تناؤ کی حوصلہ شکنی کرتا ہے ایک طرف تو وہ خود فریقین کے حقوق کی قانونی طور پر حفاظت کرتا ہے تا کہ باہمی طور پر کوئی عداوت یا کینہ پرورش نہ پائے اور دوسری طرف ان دونوں فریقوں کو اخلاقی اقدار کا پاس دلاتے ہوئے باہمی تعاون و تراحم کی نصیحت کرتا ہے۔ لین دین میں بعض اوقات اونچ نیچ ہو جاتی ہے، سودا طے کرتا ہوئے گرم سرد مکالمات بھی ادا ہو جاتے ہیں، مال یا پیسوں کا تقاضا سختی سے کیا جانے لگتا ہے ایسے موقعوں کے لیے نرم گفتگو، رواداری اور درگزر کے عمل کو نا صرف پسندیدہ قرار دیا بلکہ ان خصوصیات کے ساتھ معاملہ کرنے والے شخص کو دعا دی:

''رحم الله رجلا سمحا اذا باع و اذا اشترى واذا اقتضى''(۲۲)

''اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو اس شخص پر جو جب بھی بیچے، خریدے اور قرض کی واپسی کا تقاضا کرے تو نرمی اور درگزر سے کام لے''

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تاجر اور مشتری کے لیے نہ صرف یہ ضروری ہے کہ وہ خرید و فروخت کے وقت نرمی اور حسن سلوک سے کام لیں بلکہ قیمت کی ادائیگی یا فروخت شدہ مال کے حصول کے لیے نرمی اور رواداری کو ملحوظ رکھیں۔ نرم گفتار اور اعلیٰ کردار کے شخص سے لین دین کرنے کا ہر شخص متمنی ہوتا ہے نتیجتاً اس تاجر کی بازار (Market) میں ساکھ (Goodwill) بن جاتی ہے اور اس کے کاروبار میں برکت ہوتی ہے نیز اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کا وہ مستحق ٹھہرتا ہے۔

بعض اوقات لین دین میں کسی شخص سے کوتاہی ہو جاتی ہے اپنے حالات کی مجبوری کی بنا پر اس کے لیے وقت پر کسی سودے کی یا پھر قیمت کی ادائیگی ممکن نہیں رہتی ایسے شخص کی مجبوری سے فائدہ

نہیں اٹھانا چاہیے بلکہ اسے مہلت اور آسانی دینی چاہیے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں:

''کان رجل یداین الناس فکان یقول لفتیانه اذا اتیت معسراً تجاوز عنه لعل الله ان یتجاوز عنا قال فلقی فتجاوز الله عنه'' (۲۳)

''ایک شخص لین دین کرتا تھا (ادھار کا کاروبار کرتا) اور اپنے کارندوں سے کہتا تھا کہ جب تم کسی تنگدست کے پاس قرض وصول کرنے جاؤ تو اس سے درگزر کرو شاید اللہ تعالیٰ ہم سے درگزر فرمائے چنانچہ جب وہ مرگیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے درگزر فرمایا''

اسلام کے معاشی نظام کا مقصد و مطلوب صرف یہ ہے کہ حیات انسانی اس نہج پر استوار کی جائے کہ مسلمان انفرادی اور اجتماعی دونوں حیثیتوں میں دنیوی فلاح اور اخروی کامیابی و کامرانی حاصل کرسکیں۔ یہ عظیم نصب العین اسی صورت میں حاصل ہوسکتا ہے جب ایثار و قربانی اور امداد باہمی سے کام لیا جائے۔ اسلام کے نزدیک معاشی اور غیر معاشی سرگرمیوں کی روح تعاون ہے جہاں تعاون کی روح کارفرما ہو وہاں معاشی مسائل کا حل کیا جانا کتنا آسان ہوجاتا ہے۔

جوا اور سٹہ کی ممانعت

شریعت عادلہ نے کاروبار تجارت میں جوا اور سٹہ بازی کی ممانعت کی ہے۔ جوا اور سٹہ سے مراد صرف وہی جوا ہی نہیں جو نقد کے ذریعے کھیلا جاتا ہے بلکہ تجارتی کاروبار میں بھی جوا اور سٹہ مختلف تجارتی شکلوں میں پایا جاتا ہے جن کے نام گو اور ہیں مگر دراصل وہ تجارتی جوئے ہی ہیں۔

موجودہ نظام تجارت میں لاٹری، ریس، سٹہ بازی وغیرہ مہذب تجارتی جوئے کی شکلیں ہیں۔ اسلام کے حکیمانہ قانون تجارت کی رو سے تجارتی جوا نہ صرف تجارتی، معاشی اور طبقاتی استحصال کا ذریعہ بنتا ہے بلکہ معاشرتی امن کو گھن کی طرح کھاجاتا ہے اور مواخاۃ، رواداری، ہمدردی اور مروت کی ان تمام سوتوں کو بند کردیتا ہے جن سے ایک معتدل معاشرہ کی سیرابی ہوتی ہے اس لیے اسلام نے جوا کی تمام شکلوں کو حرام قرار دیا ہے۔

﴿ انما الخمر والميسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشيطن فاجتنبوه ﴾ (۲۴)

''بلاشبہ شراب، جوا، بت اور پانسے یہ سب سرتاسر نجاست ہیں اور کارِ شیطان ہیں ان سے بچو''

یہ بات عیاں ہے کہ تجارتی سٹہ تجارتی نظام کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتا ہے کیونکہ اس کی تہہ میں صرف اور صرف ایک جذبہ کارفرما ہوتا ہے کہ بلا محنت، محض دھوکہ دے کر اور فریب سے دھن جوڑا جائے۔ شاعر مشرق، مصور پاکستان ڈاکٹر علامہ محمد اقبال نے اس استحصالی حربہ کی طرف اپنے شعر میں یوں اشارہ کیا ہے:

ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جوا ہے
سود ایک کا لاکھوں کے لیے مرگِ مفاجات (۲۵)

باہمی رضامندی

کسی بھی تجارتی معاہدہ میں فریقین کی باہمی رضامندی بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ یہ رضامندی جتنی گرمجوشی اور خلوص پر مبنی ہوگی اتنا معاہدہ تجارت زیادہ مضبوط، زیادہ قابل عمل اور زیادہ سہل العمل ہوگا۔ اس لیے شریعت اسلامی نے جبر و اکراہ کی رضامندی کو غیر معتبر اور غیر قانونی قرار دیا ہے۔ قرآن حکیم نے تجارتی کاروبار کا ذکر کرتے ہوئے تراضی بین الطرفین کی ہدایت کی۔ کیونکہ لین دین اور مبادلہ کا معاملہ ہی تمام معاشی سرگرمیوں کی پہلی اینٹ ہے لہٰذا ضروری ہے کہ تراضی بین الطرفین کو اسلامی معاشیات کا اہم اصول تسلیم کیا جائے۔ قرآن حکیم ارشاد فرماتا ہے:

﴿ یا یھاالذین آمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارة عن تراض منکم ﴾ (۲۶)

''اے ایمان والو! آپس میں اپنے مالوں کو باطل طریقہ سے نہ کھایا کرو ہاں مگر تجارت کے ذریعہ باہمی رضامندی کے ساتھ معاملہ ہو''

اور یہ رضامندی حقیقی ہونی چاہیے اس میں جبر و اکراہ کا کوئی دخل نہیں ہونا چاہیے۔ حضرت

شاہ ولی اللہ نے جبر واکراہ اور اضطرار کی رضامندی پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

''فان المفلس یضطر الی الالتزام ما لا یقدر علی ایفائه ولیس رضاه رضا فی الحقیقة'' (۲۷)

اس لیے کہ مفلس مضطر اور مجبور ہوتا ہے کہ جس چیز کو پورا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا اسے اپنی بے چارگی کی وجہ سے اپنے ذمہ لیتا ہے۔ یہ رضامندی ہرگز حقیقی رضا نہیں ہے۔ عموماً جبریہ رضامندی کے لیے مفلس اور محتاج فریق اپنی حاجت سے تنگ آ کر ایسی رضامندی کر لیتا ہے کہ اگر وہ صاحب حاجت نہ ہوتو ایسے معاہدہ پر راضی نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں سود میں مقروض کی رضامندی کو تسلیم ہی نہیں کیا کیونکہ یہ رضامندی حقیقی نہیں ہوتی اور محض ذاتی حالات کی مجبوری کی بدولت وہ سود پر بھی قرض لینے پر راضی ہو جاتا ہے۔

باہمی رضامندی کو اسلام نے اپنے نظام تجارت میں اہم مقام دیا ہے اور اسے ایک اہم اصول تجارت قرار دیا ہے۔ اس کا مقصد شریعت اسلامیہ کے نزدیک انسانوں کے استحصال سے بچانا ہے لہٰذا پروفیسر خورشید احمد لکھتے ہیں:

''معاشیات اور تجارت کا دائرہ وہ دائرہ ہے جس میں انسان نے نت نئے ظلم کیے ہیں اور خصوصیت سے اہل سرمایہ اور اہل قوت نے دوسرے فریق پر جو کمزور اور غریب ہوا کثر اپنی مرضی مسلط کی ہے اللہ تعالیٰ نے انتفاع کے یہ سارے دروازے بند کر دیئے اور فرمایا کہ معاشی معاملات کی بنیاد باہمی رضامندی اور تجارت کے حصول پر ہونی چاہیے''۔ (۲۸)

قسمیں کھانے کی ممانعت

اسلام کے قانون تجارت میں منافع زیادہ کرنے کی خاطر اور سامان کو جلد بیچنے کے لیے قسمیں کھانے سے منع فرمایا گیا ہے۔ ایسی قسمیں اگرچہ بظاہر سامان تجارت کے جلد اور زیادہ نکاس کا ذریعہ تو بنتی ہیں مگر اس سے تجارت کی برکات حاصل نہیں ہوتی ہیں۔ مخبر صادق نے اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''الحلف منفقة للسلعة ، ممحقة للبركة''(۲۹)

''یعنی قسمیں کھانا سودا کی جلد بکری کا موجب بنتا ہے مگر تجارتی برکت کو مٹاتا ہے''

ایک دوسرے مقام پر قسمیں کھانے سے باز رکھنے کے لیے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ایاکم و کثرة الحلف فی البیع فانه ینفق ثم یمحق''(۳۰)

''خرید وفروخت میں زیادہ قسمیں کھانے سے بچو وہ سودے کے نکاس اور رواج کا ذریعہ بنتی ہے پھر برکت کو مٹا دیتی ہے''

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ایک تاجر کو قسمیں کھانے سے احتراز کرنا چاہیے اگر چہ یہ قسمیں سچ ہی کیوں نہ ہوں اور جہاں تک جھوٹی قسموں کا تعلق ہے تو ان کی حرمت اور ممانعت بالکل واضح ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مروجہ اشتہار بازی ناپسندیدہ ہے کیونکہ اس کے ذریعے عوام میں چیز کی وہ خوبیاں بھی بیان کی جاتی ہیں جو حقیقت میں اس شے میں موجود نہ ہوں۔ جھوٹی قسموں اور جھوٹی اشتہار بازی کے ذریعے سرمایہ دار، کارخانہ دار اور تاجر حضرات خریداروں کو دھوکہ دے کر اپنے مال کی نکاسی کا انتظام تو کر لیتے ہیں مگر اس انجام سے بے خبر ہیں کہ مال کو نکالنے کی یہ مصنوعی تدابیر انہیں دنیا اور آخرت میں رسوا کر دیتی ہیں۔ مال اگر چہ فروخت ہو جاتا ہے تاہم اس میں برکت نہیں رہتی، کہنے کو دولت مند تاجر ہوتا ہے مگر لوگوں کی نگاہ میں جھوٹا، مکار اور دھوکہ باز ٹھہرتا ہے۔

تساوم کی ممانعت

ایک شخص ایک مال کا سودا کرے تو کسی دوسرے شخص کو اس سودے پر سودا نہیں کرنا چاہیے اسے شریعت میں تساوم کہتے ہیں۔ جب ایک شخص دوسرے شخص کے ساتھ سودا کر رہا ہو یا طے کر چکا ہو تو تیسرے کو اس سودے میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے کیونکہ یہ عمل جھگڑے اور فساد کا باعث ہے اور اس قسم کی تجارت میں برکت نہیں رہتی۔ آنحضور ﷺ نے اس عمل سے منع فرمایا لہٰذا صحیح مسلم میں ہے:

''عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ قال لایساوم الرجل علی سوم اخیه''(۳۱)

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی شخص اپنے بھائی کے

سودے پر سودا نہ کرے"

"ان رسول الله ﷺ قال لا یبیع بعضکم علی بیع بعض" (۳۲)

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی تم میں سے دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے۔

بیع پر بیع کرنے سے مراد یہ ہے کہ خریدار سے کہے تو نے یہ چیز جو خریدی ہے واپس کر دے، میں اس سے عمدہ اور اچھی چیز اسی قیمت پر دیتا ہوں اس طرح ایک طے شدہ سودے کو بگاڑنے سے روکا گیا ہے۔

بیع نجش کی ممانعت

"عن ابن عمرؓ قال نھیٰ النبی عن النجش" (۳۳)

"عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خرید و فروخت میں نجش سے منع فرمایا ہے"

امام بخاری نے فرمایا کہ نجش کا معنی خرید و فروخت میں خریدار کو دھوکہ دینا خواہ کسی بھی نوعیت کا ہو، اور یوں لکھا ہے:

"و ھو خداع باطل لا یحل قال النبی ﷺ الخدیعة فی النار" (۳۴)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے روایت ہے:

"الناجش آکل رباً خائن" (۳۵)

"ناجش یعنی خریدار کو دھوکہ دینے والا سود کھانے والا ہے، دھوکہ باز اور خائن ہے"

نجش اور دھوکہ کی مختلف صورتیں

۱۔ اپنے سامان اور مال کی اس طرح تعریف کرنا، ایسی صفات بیان کرنا جو واقعتاً اس میں موجود نہیں۔

۲۔ اپنے مال میں سے جو خراب اور ناقص ہے اس کو چھپا کر رکھنا اور جو اچھا اور عمدہ ہے اس کو اوپر رکھنا اور خریدار کے سامنے ظاہر کرنا کہ سارا مال ایسا ہی ہے حالانکہ اندر سے یا نیچے سے خراب

اور ناقص مال چھپا ہوا ہے۔

۳۔ فروخت کنندہ کا گاہک کے سامنے یہ ظاہر کرنا کہ اس مال کو اتنی قیمت پر خریدنے والے موجود ہیں، مثلاً دس ہزار کا مال ہے لیکن فروخت کرنے والا گاہک کو بتاتا ہے کہ اس کے پندرہ ہزار ملتے ہیں آپ کو سولہ ہزار میں مل سکتا ہے۔ خریدار اس پر اعتماد کر کے چودہ ہزار میں خرید لیتا ہے جب کہ یہی مال دس ہزار میں عام بازار میں مل سکتا ہے اور واقعتاً کوئی گاہک پندرہ ہزار کا نہ تھا۔ صرف خریدار کو دھوکہ دینے اور اپنے مال کو چلانے کے لیے غلط بیانی سے کام لیا، یہ حلال نہیں اس لیے اس طرح کا کاروبار اور منافع سب حرام ہیں۔

۴۔ خریدار کے سامنے بروکر، دلال کا کسی چیز کا خریدار بن کر مارکیٹ سے زائد قیمت کا سودا طے کرنے کی کوشش کرنا اس ارادے سے کہ چیز بک جائے گی تو اس کو کمیشن ملے گا۔ دلال کا خریدنے کا ارادہ نہیں صرف دلالی کمیشن حاصل کرنا ہے اور اصل خریدار کو دھوکہ دے کر چیز کو زائد قیمت پر بکوانا ہے۔

۵۔ فروخت کنندہ کے سامنے کسی چیز کی اتنی برائی بیان کرنا، عیب بیان کرنا کہ وہ کم قیمت پر اپنی چیز کو فروخت کرنے پر راضی ہو جائے۔

۶۔ دلال کا اپنے آپ کو خریدار ظاہر کر کے فروخت کنندہ کے سامنے یہ بتانا کہ تمہاری اس چیز کی قیمت مثلاً سو روپے سے زیادہ کہیں نہیں مل سکتی مجھے ساری مارکیٹس کا پتہ ہے لہٰذا مجھے سو روپے پر دے دو جبکہ دلال سے کسی اور نے خفیہ طے کیا ہے کہ یہ چیز اگر تو اتنی کم قیمت پر دے گا تو تجھے اتنی کمیشن ادا کروں گا اور اس چیز کی قیمت مارکیٹ میں سو روپے سے زیادہ ہے فروخت کنندہ اگر تحقیق کر کے فروخت کرے تو زیادہ پر فروخت کر سکتا ہے لیکن وہ دلال کی بات پر اعتماد کر کے سو روپے پر مال دے دیتا ہے تو یہ دھوکہ اور خیانت ہوئی اور نجش ہے جو کہ حرام ہے۔ غرض یہ کہ دھوکہ دینا خواہ دلال کی جانب سے ہو یا خریدار اور فروخت کنندہ کی طرف سے، سب ناجائز اور حرام ہیں، ہاں اگر کسی چیز کی واقعی قیمت پر فروخت کرنے کے

لیے، نقصان سے بچانے کے لیے اگر کوئی شخص کسی چیز کی صحیح قیمت کا اندازہ بائع یا مشتری کے سامنے ظاہر کر دیتا ہے تو یہ نجش اور دھوکہ کے زمرے میں نہیں آئے گا۔

مندرجہ بالا تجارتی اصول وضوابط خوشگوار معاشرتی نتائج کے ضامن ہیں اور ان کی بدولت معاشرے میں باہمی تعلقات میں بہتری پیدا ہوگی اور افراد معاشرہ کے مابین خیر سگالی اور خیر خواہی کے جذبات جنم لیں گے۔ قرآن وسنت کی رو سے تجارت ایک طیب عمل ہے اور ہر تاجر کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ اپنی معاد کو سامنے رکھتے ہوئے تجارت کرے۔ لہٰذا ایسے تمام کاروبار جو پوری ملت کے لیے نقصان دہ ہوں یا ان سے فقط فرد معامل کو نقصان پہنچتا ہو شریعتِ اسلامیہ نے ان سب کو ممنوع قرار دیا ہے۔

اسلام تجارت کو معاشی نظام کا اہم جز و قرار دیتا ہے اسی لیے اسلام نے بہت سی تجارتی سہولتیں اور جائز آسانیاں پیدا کی ہیں اور ان تمام امور کی حوصلہ افزائی کرتا ہے جو افراد معاشرہ کے مابین انصاف اور خیر خواہی کے جذبے سے تجارتی عمل میں شامل ہو کر اس کو مخلوق خدا کے لیے مفید بنا دیتے ہیں۔ مثلاً باہمی تعاون، نرمی، باہمی رضامندی اور احسان وغیرہ اسلام کی نظر میں قابل تحسین عناصر تجارت ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ان تمام بدعنوانیوں کا سد باب بھی کیا ہے جس سے تمدن کو نقصان پہنچتا ہے مثلاً ناپ تول میں کمی، جوا اور سٹہ، سود، تساوم، اور نجش وغیرہ کیونکہ یہ اسلام کے معاشی نظام کے مقصد اور نصب العین کو تباہ کرنے کا باعث بنتی ہیں اور تجارت کے نام سے عوام میں بدحالی اور خواص میں سرمایہ داری کو فروغ دیتی ہیں۔

مندرجہ بالا تجارتی اصول وضوابط کی بنیاد پر اسلام کا معاشی نظام وجود پاتا ہے اور درحقیقت انسانیت کی نجات ان ہی اصول وضوابط میں مضمر ہے۔ ان کے بغور مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کا مرکزی تصور انسان اور اس کی معاشی اور اخلاقی فلاح ہے۔ وہ معاشی ترقی کو اعلیٰ ترین مدارج تک پہنچانے کے ساتھ ساتھ سماجی انصاف، آزادی اور اخلاقی ترقی کو اولین اہمیت دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا معاشی نظام سرمایہ داری اور اشتراکیت دونوں سے اپنے مقصد، مزاج اور اصولوں کے اعتبار سے مختلف ہے اور ہر حیثیت سے ان سے اعلیٰ اور برتر ہے۔

حوالہ جات

۱۔ الشمس/ ۸ ۲۔ النور/ ۳۷

۳۔ الجامع الصحیح للبخاری، ۱/۱۴

۴۔ النووی، یحیٰ بن شرف، ریاض الصالحین، ص ۴۰۶؛ الجامع الصحیح للبخاری، ۲/۳۰۷

۵۔ جامع الترمذی، ۴/۶۵۴ ۶۔ البقرۃ/ ۲۱۲

۷۔ القصص/۸۲ ۸۔ طٰہٰ/ ۱۳۱

۹۔ المطففین / ۱۔۲ ۱۰۔ الاعراف/ ۸۵

۱۱۔ جامع الترمذی، ۳/ ۵۱۲ ۱۲۔ سنن النسائی، ۷/ ۲۸۴

۱۳۔ تفسیر مظہری، ۱۰/ ۲۱۸ ۱۴۔ النساء/ ۲۹

۱۵۔ البقرۃ/ ۱۸۸ ۱۶۔ علامہ آلوسی، روح المعانی، ۲/ ۱۰۵

۱۷۔ الجامع الصحیح للبخاری، ۲/ ۷۷۹ ۱۸۔ البقرۃ/ ۱۶۸

۱۹۔ مسند احمد بن حنبل، ۱/ ۶۴۰ ؛ التبریزی، مشکوۃ المصابیح، ۲/ ۱۳۱

۲۰۔ المائدۃ/ ۲ ۲۱۔ سنن ابی داؤد، ۴/ ۲۸۱

۲۲۔ الجامع الصحیح للبخاری، ۲/ ۷۳۰ ۲۳۔ ایضاً، ۲/ ۷۳۱

۲۴۔ المائدۃ/ ۹۰ ۲۵۔ علامہ محمد اقبال، بال جبریل، ص ۸۶

۲۶۔ النساء/ ۲۹ ۲۷۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ البالغہ، ۲/ ۱۰۳

۲۸۔ اسلامی نظریہ حیات، ص ۴۵۷ ۲۹۔ الجامع الصحیح للبخاری، ۲/ ۷۳۵

۳۰۔ الجامع الصحیح لمسلم، ص ۲۴۶ ۳۱۔ سنن النسائی، ۷/ ۲۵۸

۳۲۔ سنن ابن ماجہ، ص ۲۶۰۷ ۳۳۔ الجامع الصحیح للبخاری، ۲/ ۷۵۳

۳۴۔ ایضاً ۳۵۔ ایضاً

مصادر ومراجع

۱۔ القرآن الکریم

۲۔ ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، دارالسلام للنشر والتوزیع، ۲۰۰۰ء

۳۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، سنن ابی داؤد، دارالجیل، بیروت،۱۹۹۲ء

۴۔ ابوعیسیٰ محمد بن عیسی بن سورۃ، سنن الترمذی، مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۹۶۸ء

۵۔ احمد بن حنبل، ابوعبداللہ الشیبانی، الامام، المسند، داراحیاء التراث العربی، بیروت لبنان،۱۹۹۳ء

۶۔ البخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح البخاری، دارابن کثیر الیمامہ، بیروت،۱۹۹۰ء

۷۔ التبریزی، محمد بن عبداللہ الخطیب، مشکوۃ المصابیح، دارالفکر،۱۹۹۱ء

۸۔ ثناءاللہ الحنفی المظہری، محمد، تفسیر مظہری، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، س۔ن

۹۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حجۃ اللہ البالغۃ، المکتبہ السلفیہ، لاہور

۱۰۔ مسلم بن الحجاج القشیری، الامام، الجامع الصحیح، دارالفکر،۱۹۸۱ء

۱۱۔ النسائی، ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن سنان، سنن النسائی، داراحیاء التراث العربی، بیروت لبنان، س۔ن

۱۲۔ النووی، ابوزکریا یحیٰ بن شرف، ریاض الصالحین، دارالسلام، ریاض،۱۹۹۱ء

۱۳۔ اقبال، محمد، علامہ، بال جبریل، الفیصل ناشران وتاجران، لاہور۱۹۹۸ء

۱۴۔ خورشید احمد، پروفیسر، اسلامی نظریہ حیات، شعبہ تصنیف وتالیف وترجمہ کراچی یونیورسٹی کراچی۱۹۹۵ء